Research Journal Ulum-e-Islamia
Journal Home Page: https://journals.iub.edu.pk/index.php/Ulum.e.Islamia/index
ISSN: 2073-5146(Print) ISSN: 2710-5393(Online)
E-Mail: muloomi@iub.edu.pk Vol.No: 30,Issue:01 (July-December) 2023
Published by:Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur

جدید الحادی افکار و نظریات اور ایک نئے سائنسی علم کلام کی ضرورت و اہمیت، مولانا وحید الدین خان کی افکار کی روشنی میں ایک تحقیقی جائزہ

The new Atheist thoughts and ideologies and need of establishing modern scientific ILM-E-KALAM, in the light of Maulana Wahiduddin Khan's thoughts

Mr. Jalil Ahmad
Ph.D. Scholar, Department of Islamic Studies, University of Balochistan Quetta.
Email: profjalilkakar@gmail.com
Dr. Sahibzada Baz Muhammad
Supervisor / Chairman Department of Islamic Studies University of Balochistan Quetta, Email: msahibzada8@gmail.com https://orcid.org/0000-0001-8530-4318
Muhammad Siddique Ulah
Visiting Faculty, Department of Islamic Studies, University of Balochistan, Quetta.
Email: sideeqsadiq6@gmail.com https://orcid.org/0000-0001-9665-3425

Maulana WahidUddin Khan, a prominent religious scholar in India, extensively addressed various aspects of religion, particularly Islam, in the context of modern science and philosophy. His works aimed to guide Muslims in facing contemporary challenges to Islam and religion. One such challenge was Atheism, which he tackled comprehensively using a scientific and logical approach. According to Maulana Wahiduddin Khan, the current manifestation of Atheism, known as Neo Atheism, exhibits a more scientific orientation compared to its historical counterparts. This rise of scientific Atheism has been observed not only globally but also within Muslim-majority countries, posing a significant challenge to religion unprecedented in history. To effectively counter and counteract the misleading concepts of Atheism, Maulana emphasized the establishment and development of a new scientific discipline called "Ilm-e-Kalam" (the science of discourse). This discipline would utilize modern scientific and philosophical advancements, as the contemporary world's way of life and standards of logic have evolved substantially. By employing rational and scientific arguments, the evidence for the existence of God and the reality of religion can be presented convincingly. However, achieving this goal requires the establishment of a modern scientific "Ilm-e-Kalam" based on contemporary logical and scientific principles.

This article seeks to highlight the pressing need and significance of a new scientific and Islamic "Ilm-e-Kalam" in light of Maulana Wahiduddin Khan's thoughts and contributions in countering Atheism with a modern scientific and logical approach, the global rise of Neo Atheism, the challenges faced by religion, and the proposed solution of establishing a new scientific "Ilm-e-Kalam" to counter Atheism effectively.

Key Words: Wahiduddin khan, Ilm-e-Kalam, religion, Islam, God, Atheism, Modern, Science, Philosophy, Reason, Rational, Logic.

تعارف

مولانا وحید الدین خان ہندوستان کے ایک ممتاز عالم دین ہے۔انھوں نے مختلف جہات سے دین اسلام کو درپیش معاصر چیلنجز پر قلم اٹھایاہے۔ من جملہ ان میں سے ایک جدید الحادی افکار و نظریات کا محاسبہ و محاکمہ بھی ہے۔ وہ جدید الحاد کو علمی و سائنسی الحاد سے تعبیر کرتے ہیں جو کہ آج کے معاصر دنیا میں اسے دین ومذہب کے لیے سب سے بڑے چیلنج کے طور پر دیکھتے ہیں۔ ان کے مطابق یونانی علم و فلسفہ سے خوشہ چین قدیم اسلامی علم کلام سے جدید الحادی افکار و نظریات کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ وجہ یہ ہے کہ جدید علم وسائنس کی بدولت آج کی علمی دنیا میں علم واستدلال کے اصول وپیمانے بدل چکے ہیں۔ اس لیے جدید الحادی افکار و نظریات کے محاسبہ کے لیے ضروری ہے کہ ہم جدید علمی و سائنسی خطوط پر استوار ایک نئے سائنسی علم کلام کی تشکیل کریں اور انھی دلائل و شواہد سے ملحدین کے افکار و نظریات کا رد کریں کہ جن دلائل وشواہد سے یہ ملحدین خدا ومذہب کا رد و انکار کرتے ہیں۔ آج کے جدید علمی و سائنسی دریافتوں اور شہادتوں کو علم و استدلال کے میزان میں بآسانی خدا کے وجود اور مذہب اسلام کے اثبات کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ جدید علم و فلسفہ سے باخبر ہوں اور اس کو دلیل و استدلال کے میدان میں بخوبی استعمال کر سکتے ہوں۔ ذیل کے مقالہ میں مولانا وحید الدین خان کے افکار کے تناظر میں ایک جدید علمی و سائنسی علم کلام کی تشکیل کی اسی ضرورت و اہمیت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

الحاد

الحاد خدا کے وجود اور کائنات میں اس کے فعال انتظامی کردار و عمل سے انکار کا دوسرا نام ہے۔ الحاد درحقیقت کوئی مذہب نہیں بلکہ یہ ایک طرز فکر کا نام ہے جو خدا کے وجود پر عدم یقین سے تعلق رکھتا ہے۔ جو لوگ خدا پر یقین نہیں رکھتے انھیں ملحد کہا جاتا ہے۔ عرف عام میں انھیں دہریہ اور لامذہب بھی کہا جاتا ہے۔ جدید الحاد کو عام طور پر تین اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ایک کو الحاد مطلق کہا جاتا ہے۔ یہ ملحدین انکار خدا کے معاملے میں شدت کا رویہ رکھتے ہیں اور تخلیق کائنات میں کسی خالق کے وجود اور کمال کو نہیں مانتے۔ ان کے مطابق کائنات خود بخود وجود میں آئی ہے اور فطری قوانین کے تحت چل رہی ہے۔ الحاد کی دوسری قسم کو ڈیزم (Deism) کہا جاتا ہے۔ ان کے مطابق کائنات کا خالق تو ہے لیکن کائنات کو وجود بخشنے کے بعد اور اس کے لیے مقررہ قوانین بنا کر یہ خدا خود کو معطل کر چکا ہے۔ اب نظام کائنات میں خدا نامی کسی ہستی کی مداخلت موجود نہیں۔ الحاد کی تیسری قسم کو لاادریت کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد خدا کو اپنے سوچ وادراک سے ماوراء سمجھ کر اس معاملے میں سکوت کا رویہ اختیار کرنا ہے۔ اس عقیدے کے لوگ خدا کے اقرار وانکار دونوں سے دور رہتے ہیں۔

معاصر الحادی منظر نامہ اور علماء اسلام کی بے خبری

مذہبی نقطہ نظر سے جدید دور کو اگر دور الحاد کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔ سائنسی ترقی، جدید میڈیا کے وسائل اور گلوبلائزیشن کے سمٹتے فاصلوں اور پیش آمدہ تقاضوں نے جہاں اور شعبہ ہائے زندگی کو متاثر کیا ہے، وہاں انسانی افکار و عقائد بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اس وقت الحاد و دہریت کا یہ فتنہ نہ صرف یہ کہ چہار سو پھیل رہا ہے بلکہ یہ مسلم معاشروں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے۔ مولانا وحید الدین خان الحاد جدید کے اس سنگین منظر نامہ کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مذہب ولا مذہبیت کی کشمکش اگرچہ اتنی ہی پرانی ہے جتنی انسان کی تاریخ پرانی ہے۔ تاہم پچھلی صدی سے پہلے اس نے کبھی علمی الحاد کی صورت اختیار نہیں کی۔ انیسویں صدی کا فکری انقلاب اور بالآخر ایک طرف ڈارون (1882-1809) اور دوسری طرف مارکس (1883-1809) کا ظہور انسانی تاریخ کا پہلا واقعہ تھا جب کہ الحاد نے یہ کامیابی حاصل کی کہ وہ علمی منطق اور منظم فلسفہ کے زور پر ایک پوری نسل کے ذہن پر چھا جائے اور مذہب کو دفاع کے مقام پر پناہ لینے پر مجبور کر دے۔" [1]

مولانا وحید الدین خان الحاد کی ان دولہروں کو سائنسی الحاد اور سوشلسٹ الحاد سے تعبیر کرتے ہیں۔ ماضی کی نسبت آج کا الحاد ایک علمی و سائنسی الحاد ہے جو جدید تعلیم یافتہ طبقوں میں بڑی تیزی سے سرایت کرتا جا رہا ہے۔ ان کے بقول انیسویں صدی تک سائنسی الحاد کا لوگوں کے ذہنوں پر اس قدر غلبہ تھا کہ لوگ برملا خدا کے مرنے کی باتیں کرنے لگے تھے۔ ابتداء میں یہ الحاد صرف مغربی و دیگر کفری معاشروں تک محدود تھی۔ لیکن اب بڑی تیزی سے مسلم معاشرے بھی اس فتنے کے لپیٹ میں آرہے ہیں۔ یہ ایک پریشان کن صورتحال ہے لیکن مسلم معاشرے کا اہل علم طبقہ آج بھی الحاد جدید کے اس چیلنج سے بے خبر اور اس کے سدباب و تدارک سے غافل نظر آتا ہے۔ ضرورت تو اس بات کی تھی کہ ہمارے علماء اسلام جدید علوم سے باخبر اور سائنسی دلائل سے مسلح ہو کر اس چیلنج کا مقابلہ اور تدارک کرتے۔ لیکن ہمارے علماء کرام اور مدارس دینیہ عموماً جدید دور اور اس کے پیش آمدہ تقاضوں سے بے خبر آج بھی یونانی علم و فلسفے کے دور میں جی رہے ہیں۔ چنانچہ مولانا وحید الدین خان علماء اسلام کی اس جدید چیلنج اور مسئلہ سے بے خبری اور بے توجہی پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"دنیا میں فکر و عمل کا جو انقلاب آیا ہے اس نے اسلام کے لیے بہت سے مسائل پیدا کیے ہیں۔ مگر یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ اگرچہ امت طویل مدت سے اس سنگین صورتحال سے دوچار ہے۔ مگر آج تک یہ سمجھنے کی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی کہ فی الواقع جدید مسئلہ ہے کیا۔" [2]

جدید الحاد اور شاکلہ انسانی کی تبدیلی

مولانا وحید الدین خان کے مطابق جدید مسئلہ انسانی سوچ و فکر کے انداز اور طریقہ کار کے تبدیلی کا مسئلہ ہے جو جدید سائنسی علوم کے نتیجے میں پروان چڑھا ہے۔ اس کو وہ انسانی شاکلۂ کی تبدیلی سے تعبیر کرتے ہیں۔ چنانچہ مولانا وحید الدین خان انسانی شاکلہ کی اس تبدیلی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اٹھارویں صدی میں یہ عہد ختم ہو کر ایک نیا عہد شروع ہوا۔ اب تاریخ انسانی میں ایک نیا دور آیا۔ یہ دور دوبارہ شاکلۂ ضلالت پر مبنی تھا جو ملحدانہ افکار کے اوپر قائم ہوا تھا۔ اسلامی دور میں خدا انسانی تفکیر کا مرکز تھا۔ یہی تصوّر انسانی اعمال کی تشکیل کرتا تھا۔ موجودہ زمانے میں نیچر نے خدا کی جگہ لے لی۔ اب نیچر پر مبنی افکار انسانی اعمال کی تشکیل کرنے لگے۔ شاکلہ انسانی کی اس تبدیلی نے تمام عملی نقشوں کو یکسر بدل دیا۔ حتیٰ کہ جو لوگ بظاہر اب بھی خدا کو مانتے تھے وہ بھی اس عام فکری طوفان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔" [3]

شاکلۂ کسی شخص، قوم اور طبقہ کے سوچ و فکر کے مجموعی انداز اور طریقہ کار کو کہتے ہیں۔ جس طرح ایک فرد عقل و سمجھ کے مطابق اور اپنے حالات و واقعات کے تناظر میں دیکھتا، سوچتا اور سمجھتا ہے، ایسے ہی مختلف قومیں اور طبقات بھی اپنے حالات و واقعات

کے تناظر میں ایک مجموعی سوچ کا انداز اور طرز فکر اپنائے ہوئے ہوتے ہیں۔ مولانا وحید الدین خان اس شاکلۂ انسانی کی تعریف اور وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مخصوص اسباب کے تحت ہر شخص و قوم کا اپنا ایک فکری سانچہ بن جاتا ہے۔ وہ اسی فکری سانچے کے اندر سوچتا ہے اور اسی کے مطابق کسی چیز کو صحیح اور کسی چیز کو غلط سمجھتا ہے۔ وہ اکثر بھول جاتا ہے کہ اصل حقیقت وہ نہیں ہے جو اس کے اپنے ذہنی سانچے میں دکھائی دے رہی ہے، جو محض اتفاق سے ایک خاص شکل میں بن گیا ہے بلکہ اصل حقیقت وہ ہے جو خدا کے علم میں ہے۔"[4]

قرآن بھی انسانی شاکلۂ کے اس معاملے کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

"قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰي شَاكِلَتِهٖ ۭ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا" (بنی اسرائیل:84)

ترجمہ: "کہہ دو کہ: ہر شخص اپنے اپنے طریقے پر کام کر رہا ہے۔ اب اللہ ہی بہتر جانتا ہے کون زیادہ صحیح راستہ پر ہے۔"

جدید الحادی شاکلہ کیونکر وجود میں آیا، اور جدید انسانی فکر و عمل کو کس طرح متاثر کیا، ان کی وجوہات اور انسانی فکر و عمل پر اس کے دور رس اثرات کو واضح کرتے ہوئے مولانا وحید الدین خان لکھتے ہیں:

"قدیم زمانے میں بھی ایسے لوگ تھے جو خدا اور مذہب کو نہ مانتے ہوں۔ مگر ان کا نہ ماننا محض ایک انفرادی انکار کی حیثیت رکھتا تھا جبکہ موجودہ زمانہ میں انکار نے علم و تحقیق کا مقام حاصل کر لیا ہے۔۔ طبعیات کی یہ دریافت کہ سارا عالم اسباب و علل کے اصولوں پر قائم ہے اور یہ اصول اس قدر محکم ہیں کہ ان کو معلوم کر کے استعمال کیا جاسکتا ہے، اس نے علمی دنیا میں یہ ذہن پیدا کیا کہ کائنات کو متحرک کرنے کے لیے کسی خدا کی ضرورت نہیں۔ وہ اپنے آپ اپنے قوانین کے تحت چل رہی ہے۔ حیاتیاتی ارتقاء کی دریافت نے انسان کو بتایا کہ کائنات کے حسن اور معنویت کے توجیہ کے لیے کسی خالق اور حکیم کو ماننے کی ضرورت نہیں۔ معلوم اسباب ہی اس کی حسن و معنویت کی توجیہہ کے لیے کافی ہیں۔ آلاتی ذرائع سے انسان کا قوت مشاہدہ کروڑوں گناہ بڑھ جانے کے باوجود جب محسوس دنیا سے باہر کوئی "دوسرا عالم" نظر نہ آیا تو اس کے بعد یہ ذہن پرورش پانے لگا کہ موجودہ دنیا کے ماسوا کوئی اور دنیا سرے سے اپنا کوئی وجود ہی نہیں رکھتی۔ قدیم زمانے میں چاند ایک آسمانی دیوتا تھا۔ آج چاند انسان کے قدموں کے نیچے آچکا ہے۔ ان واقعات نے پورے انسانی فکر کو بدل دیا۔ ساری دنیا میں سوچنے کا ایک نیا سانچہ وجود میں آیا جس کو ہم نے شاکلۂ الحاد سے تعبیر کیا ہے۔"[5]

قدامت پرستی اور جدت پسندی کا مسئلہ اور علماء کرام

عالم اسلام بالعموم اور ہندوستانی مسلمان اور علماء کا بالخصوص، اپنے مخصوص تہذیب اور یوروپی استعماری قبضے کے پس منظر میں ایک مخصوص ذہنی سانچہ بن چکا ہے جس کے اندر رہ کر وہ ایک خاص انداز میں سوچتے اور عمل کرتے ہیں۔ اس سانچے کا ایک مخصوص پہلو تو سازش پر مبنی وہ نظریہ ہے جس کے تحت ان کو اپنی ہر کمزوری اور پستی کے پیچھے اغیار خاص کر انگریز و مغرب کی سازش نظر آتی ہے جبکہ دوسری چیز قدامت پرستی کا مرض ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں چونکہ انگریزوں کے آمد کے بعد ہی باقاعدہ طور جدید علوم و فنون کا رواج ہوا۔ چونکہ انھی انگریز کے ہاتھوں یہاں کے مسلمانوں کا سینکڑوں سالوں پر محیط اقتدار کا بالجبر خاتمہ ہوا تھا۔ اسی لیے عام طور پر علماء اسلام اور دینی طبقہ جدیدیت ہو یا جدید علوم و فنون (چاہے وہ معاشرے کے لیے کتنا ہی فائدہ مند اور ضروری ہوں) سب کو انگریز کی سازش اور پالیسی سمجھتے ہوئے شک کی نظر سے دیکھتے اور رد کرتے چلے آئے ہیں جبکہ اس کے برعکس وہ تمام علوم و فنون جس پر ماقبل

انگریز قدامت پرستی کی چھاپ لگی ہوئی ہوں اس کو دین اور سمجھتے ہوئے سینے سے لگائے اپنائے ہوئے ہیں (چاہے آج کی دنیاوی تقاضوں سے وہ کتنا ہی دور اور لاتعلق ہوں)۔ان علماء کے فکر کے مطابق ہر قدیم چیز دین ہے جبکہ ہر جدید شے دنیا ہے۔ علماء اسلام کی اس ذہنی سانچہ اور حالت و مزاج کا تجزیہ کرتے ہوئے مولانا محمد تقی امینی لکھتے ہیں:

”ہر قدیم شے دین بن گئی اور ہر جدید شے دنیا کے نام سے موسوم ہوگئی۔ منطق و قدیم فلسفہ دین ہے اور سائنس و جدید فلسفہ دنیا ہے۔ تیر اندازی و بنوٹ دین ہے۔ این سی سی و فوجی تربیت دنیا ہے۔ انفرادی ملکیت کا تصوّر دین ہے اور اجتماعی تنظیم کا تخیل دنیا ہے۔ مکتب و مدرسہ کی ملازمت دین ہے اور کالج و یونیورسٹی کی ملازمت دنیا ہے۔ عبادت و اخلاق کی تبلیغ دین ہے اور ریسرچ و تحقیق کی تلقین دنیا ہے۔ حکومت الٰہیہ کی دعوت دین ہے اور حالات و زمانہ کی رعایت دنیا ہے۔ غرض جس پر قدامت کی چھاپ ہو وہ سب دین ہے اور جس کو جدت کی ہوا لگی ہو وہ سب دنیا ہے۔“ [6]

مولانا وحید الدین خان 1964 سے باقاعدہ طور پر جدید الحاد کے بال و پر کاٹنے میں مصروف عمل رہے ہیں۔ انھوں نے جدید الحاد کو نہ صرف یہ کہ گہرائی کے ساتھ پڑھا اور سمجھا ہے بلکہ فکراً و عملاً مسلم معاشرہ کو الحاد جدید کے اس وبا اور ان کے مضر اثرات سے بچانے کی جدوجہد کرتے رہے ہیں۔ وہ مسلم نوجوانوں میں مذہب بیزاری کے جذبات اور جدید الحاد کی جانب پیدا ہوتے رجحان کے دیگر اسباب میں سے ایک اہم سبب یہ بھی گردانتے ہیں کہ یہاں کا دینی طبقہ بالخصوص علماء کرام جدید علوم و فلسفہ سے لاتعلق اور بے خبر ہے اور اس لاتعلقی اور بے خبری کی وجہ سے وہ جدید علوم و فنون سے متاثرہ ذہنوں کی فکری و عقلی تشفی کرنے سے قاصر ہیں۔ ضروری ہے کہ علماء کرام مدارس اسلامیہ میں جدید سائنسی علوم و فنون کو جگہ دیں اور ان جدید سائنسی علوم و فنون کی روشنی میں ایک نئے اور جدید علم کلام کی تشکیل کریں۔ ان کے نزدیک علم کلام ایک زمانی علم ہے۔ زمانہ کی تبدیلی سے علم و استدلال کے نئے انداز و پیمانوں کے متعارف ہو جانے کے سبب پرانا علمِ کلام اپنی اہمیت و افادیت کھو چکا ہے۔ مولانا وحید الدین خان لکھتے ہیں:

”علم کلام اپنی نوعیت و ضرورت کے لحاظ سے ایک زمانی علم ہے۔ وہ اسلام کی دائمی حقیقت کو زمانی اصطلاحوں میں بیان کرتا ہے۔ اس لیے اس کی اہمیت اس وقت خود بخود ختم ہو جاتی ہے جبکہ وہ زمانہ ختم ہو جائے جس میں وہ علم وجود میں آیا تھا۔“ [7]

قدیم علم کلام کے مختلف نام اور تعریفات

کلام کے لغوی معنی بات، گفتگو اور قول کے ہیں۔ نحو کی اصطلاح میں کلام ایک مکمل بات کو کہتے ہیں جس سے کسی واقعہ کی خبر یا کسی چیز کا مطالبہ معلوم ہو - عرف عام میں علم کلام، اسلامی عقائد کی تشریح و توضیح اور ان پر وارد ہونے والے اعتراضات کی جواب دہی کو کہتے ہیں۔ بعض اہل کے نزدیک صرف عقائد کو جان لینا ہی علمِ کلام نہیں بلکہ دلائل کی روشنی میں جان لینا ہی علمِ کلام کہلاتا ہے۔ مختلف علماء نے الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ علم کلام کی مختلف تعریفیں کی ہے۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ان سب تعریفات کا خلاصہ کرتے ہوئے علم کلام کی تعریف کچھ یوں کرتے ہیں:

”علمِ کلام وہ علم ہے جس کے ذریعہ اسلامی معتقدات کو نقلی اور عقلی دلائل سے ثابت کیا جاسکے اور ان پر وارد ہونے والے اعتراضات خواہ وہ اسلام کی طرف منسوب منحرف فرقوں کی طرف سے ہوں، یا غیر مسلموں کی طرف سے، ان کا رد کیا جاسکے۔“ [8]

ابتداء میں یہ علم، علم کلام کے نام سے موسوم نہیں تھا۔ علم الکلام کا نام پڑ جانے کی وجہ یہ تھی کہ:

" چونکہ یہ علم فلسفہ کے مقابلہ میں ایجاد ہوا تھا، اس لیے فلسفہ کی ایک شاخ یعنی منطق کا جو نام تھا وہی اس فن کا بھی نام رکھا گیا، کیونکہ منطق اور کلام مرادف اور ہم معنی الفاظ ہیں۔"[9]

اس کے برعکس کچھ علماء علم فقہ کے عملی انداز ساتھ اس کا تقابل کرتے ہیں اور اس کی کلامی حیثیت کی وجہ سے اسے علم کلام کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

"فقہ کی بنیاد بھی شرعی دلیلوں پر ہے اور علم کلام کی بھی۔ لیکن فقہ میں عملی مسائل سے بحث ہوتی ہے اور کلام میں عملی مسائل سے بحث نہیں ہوتی۔ لہذا عمل کے مقابلے میں اس کو علم کلام سے موسوم کیا گیا۔" [10]

امام ابو حنیفہ نے علم کلام کو، علم الفقہ الاکبر کے نام سے موسوم کیا ہے۔[11]

علمِ کلام ابتداء میں ایک مختصر اور سادہ علم تھا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اس میں دیگر چیزیں اضافہ ہوتی گئی۔ علامہ شبلی نعمانی کے مطابق اب علمِ کلام دو چیزوں کے مجموعے کا نام ہے۔

1۔ اسلامی عقائد کا اثبات 2۔ فلسفہ ملاحدہ اور دیگر مذاہب کا رد[12]

قدیم اسلامی علم کلام، تاریخ وافادیت

اسلام کے شروعات کے وقت بھی ملحدین کا طبقہ باقاعدہ طور پر موجود تھا۔ قرآن نے اس زمانے کے انسانی عقل و سمجھ کے مطابق مختلف قسم کی عام فہم مثالوں اور واقعات سے انھیں سمجھانے اور ان کے گمراہ کن فکر و عمل کی اصلاح کی کوشش کی ہے۔ بعد کے ادوار میں جب مسلمانوں میں یونانی فکر و فلسفہ کا رواج ہوا اور اس کے زیر اثر مختلف اسلامی افکار و عقائد پر عقلی و فلسفیانہ اعتراض ہونے لگے تو علماء اسلام کی کوششوں سے علم کلام کے نام سے علم و فن کی ایک نئی شاخ وجود میں آئی جس کے تحت قرآن وحدیث کے سادہ اور دلنشین دلائل کے ساتھ یونانی علم و فلسفہ کو اسلامی سانچے میں ڈھال کر ایک نئے علمی اور فلسفیانہ انداز سے خدا کے وجود سمیت دیگر اسلامی افکار و عقائد کا اثبات کیا گیا۔ اس بابت علماء اسلام نے کسی غفلت و پہلو تہی سے کام نہ لیا۔ چنانچہ مولانا وحید الدین خان قدیم اسلامی علم کلام کی ضرورت وافادیت اور تاریخی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"علم کلام اپنے اصل حقیقت کے اعتبار سے اسلامی دعوت و تعلیم کی ایک معاون شاخ ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ مخاطب جس اسلوب سے مانوس ہے اور جن اصطلاحوں میں بات سمجھنا چاہتا ہے، اسی اسلوب اور اسی اصطلاح میں اس کے سامنے خدا کے ابدی پیغام کو پہنچایا جائے۔ اس کی اسی اہمیت کی بنا پر امام غزالی (1111-1059) نے علماء کے تعلیمی نصاب میں خالص دینی موضوعات کے ساتھ مددگار علم کے طور پر معقولات کا جوڑ لگایا تھا، تاکہ اسلامی درسگاہوں سے ایسے لوگ تیار ہوں جو ایک طرف دین کا بخوبی علم رکھتے ہوں، دوسری طرف وقت کے علمی معیار پر اسلام کی نمائندگی کر سکیں۔"[13]

جدید علم کلام کی ضرورت کا احساس

موجودہ علم کلام عباسی دور کی یادگار ہے کہ جب یونانی علم وفلسفہ اپنے عروج پر تھا اور اس کی وجہ سے اسلامی فکر و عقائد پر منفی اثرات پڑ رہے تھے۔ اس کے تدارک کے لیے اسلامی علم کلام وضع ہوا۔ فضل حق ترابی صاحب لکھتے ہیں:

علم کلام کا وجود مسعود ہی فلسفہ کے مقابلے اور مذہب کی تائید وحمایت کا پیش خیمہ بنا تھا۔ اندریں حالات ساتویں صدی کا زمانہ تو ایسا پر آشوب زمانہ تھا جس میں اندرونی اور بیرونی حملوں کا تانتا سابقہ ادوار کی بنسبت پورے عروج پر تھا۔ دوسرے مذاہب اپنے مذہب کی حقانیت کے لئے اسلام پر ہر حوالے سے اعتراضات کی بوچھاڑ کر رہے تھے اور شکوک وشبہات کی ایک ایسی فضا کو جنم دے رہے تھے

جسکی باد سموم سادہ ذہن کے لئے مہلک ثابت ہو سکتی تھی۔ اختلاط اقوام عالم، عجمی اثرات، علماء اور مشائخ کی غفلت شعاریاں اور عوام کے فاسد عقائد واعمال اسلام کے صاف ستھرے چہرے کو غبار آلود کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑ رہے تھے یہی وجہ ہے کہ بندہ مومن اپنی ایمانی خصوصیات اور امتیازات سے یکسر تہی دامن ہوتا جارہا تھا۔[14]

لیکن اب زمانہ کافی بدل چکا ہے، جدید سائنس کے بدولت علم واستدلال کے نئے اصول اور انداز متعارف ہو چکے ہیں۔ یونانی معقولات کی معاصر دنیا میں اب ان کی کوئی ضرورت واہمیت باقی نہیں رہی ہیں۔ لیکن ہمارے دینی مدارس اور علماء کرام بدستور قدیم یونانی منطق و فلسفہ پر مبنی علم کلام کو زبردستی سینے سے لگائے اپنائے ہوئے ہیں۔ مولانا وحید الدین خان کے مطابق یہ چیز جدید سائنسی دور میں اسلام کے علمی ارتقاء میں مستقل رکاوٹ ثابت ہوا ہے۔

ایک جدید علم کلام کی تشکیل کے ضرورت واہمیت کا احساس نیا نہیں ہے۔ مولانا وحید الدین خان سے قبل ہندوستان کے ایک اور قابل قدر ہستی علامہ شبلی نعمانی نے بھی اس پر بہت کچھ لکھا ہے اور اس جانب سنجیدہ توجہ دلانے کی کوشش کی ہے۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ ہر وہ شخص جس کا جدید علم و فلسفہ سے واسطہ پڑا ہے اور ان کا دین و مذہب سے متعلق اعتراضات کو جانا اور سمجھا ہے، وہ سب اس چیز کی بڑی شدت سے ضرورت واہمیت محسوس کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ شبلی نعمانی اپنی کتاب علم الکلام اور الکلام میں ایک نئے اور مبنی بر توسع علم اکلام کی ضرورت کا احساس دلاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قدیم علم الکلام میں صرف عقائد سے متعلق بحث ہوتی تھی۔ کیونکہ اس زمانے میں مخالفین نے اسلام پر جو اعتراضات کئے تھے، عقائد ہی کے متعلق تھے۔ لیکن آج کل تاریخی، تمدنی، ہر حیثیت سے مذہب کو جانچا جاتا ہے، یورپ کے نزدیک کسی مذہب کے عقائد اس قدر قابل اعتراض نہیں جس قدر اس کے قانونی و اخلاقی مسائل ہیں۔ ان کے نزدیک تعدد نکاح، طلاق، غلامی، جہاد کا کسی مذہب میں جائز ہونا، اس مذہب کے باطل ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اس بنا پر علم کلام میں اس قسم کے مسائل سے بھی بحث کرنی ہوگی اور یہ حصہ بالکل نیا علم کلام ہوگا"[14]

مولانا وحید الدین خان کے مطابق علم کلام اپنی ضرورت و نوعیت کے اعتبار سے ایک زمانی علم ہے۔ یہ زمانی اصطلاحوں میں اسلام کی دائمی حقیقت کو بیان کرتا ہے۔ اس لیے اس کی اہمیت و ضرورت اس وقت ختم ہو جاتی ہے جبکہ وہ زمانہ ختم ہو جائے جو اس علم کو وجود میں لایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا وحید الدین خان آج کل کے دینی مدارس میں پڑھائے جانے والے قدیم یونانی معقولات کو نامعقولات سے تعبیر کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"یہی حال اسلام کے اس کلامی لٹریچر کا ہوا جو عباسی دور میں پیدا ہوا۔ یہ علم کلام اس وقت اتنا موثر ثابت ہوا کہ جو علوم اسلام کے لیے چیلنج بن کر ظاہر ہوئے تھے وہ خود اسلام کے خادم بن گئے۔ مگر زمانہ کی تبدیلی نے اب ان کی اہمیت بالکل ختم کر دی ہے۔ آج معقولات کے نام سے جو چیز ہمارے دارالعلوموں میں پڑھائی جاتی ہے اس کو نامعقولیت کہنا زیادہ صحیح ہوگا۔ اس کی بنیاد ایسے عقلی قیاسات پر قائم ہے جو آج مشاہدہ اور تجربہ کے ذریعہ غلط ثابت ہو چکے ہیں۔ جو چیز محض ایک وقتی تدبیر کی حیثیت رکھتی تھی، اس کو بعد کے لوگوں نے دینی نصاب کا مستقل جزء بنالیا"[15]

ہمارے علماء کرام اور مدارس دینیہ علمِ کلام کے نام پر ان قدیم یونانی معقولات کو اب تک اپنے سینے سے لگائے کیوں اپنائے ہوئے ہیں۔ مولانا وحید الدین خان اس کی وجوہات کو اکابرانہ تقدس اور عقیدت سے تعبیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہاں بھی اس انسانی کمزوری نے کام کیا جس کے اثرات ہمیں دوسری چیزوں میں نظر آتے ہیں۔ وہ یہ کہ کوئی چیز جب ایک بار وجود میں آجائے اور اس کے ساتھ کچھ قابل احترام شخصیتوں کے نام وابستہ ہو جائیں تو دھیرے دھیرے وہ مقدس بننا شروع ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ وقت آتا ہے جب کہ اس میں ترمیم و اصلاح کی بات سوچنا بھی لوگوں کو ایسا لگتا ہے جیسے وہ گناہ ہو۔" [16]

اس صورتحال کے نقائص اور منفی نتائج و اثرات کا تجزیہ کرتے ہوئے مولانا وحید الدین خان لکھتے ہیں:

"یہی وہ صورتحال ہے جس نے اسلام کے اس امکان کو بروئے کار آنے نہیں دیا کہ وہ موجودہ زمانہ میں ایک برتر فکری قوت کے ساتھ ظاہر ہو سکے۔ ہمارے دینی مدارس نہایت اخلاص کے ساتھ ایسے انسان تیار کرنے میں مصروف ہیں جو پانچ سو برس پہلے کی دنیا میں کام کر سکتے تھے۔ ظاہر ہے ایسے لوگ موجودہ بدلے ہوئے زمانہ میں اسلام کا فکری اظہار نہیں کر سکتے۔ وہ اپنے ذہن و مزاج کی وجہ سے صرف یہی کر سکتے ہیں کہ اسلام کی کمتر نمائندگی کر کے یہ ثابت کریں کہ اسلام دورِ سائنس سے قبل کی چیز ہے، وہ آج کے انسان کے لیے نہیں ہے۔" [17]

قدیم اسلامی علم کلام یونانی منطق اور فلسفہ کی بنیادوں پر قائم ہوا ہے۔ یونانی منطق دراصل قیاسی منطق کا دوسرا نام ہے۔ یہ منطق کا وہ طریقہ ہے جو سائنسی منطق کے ظہور میں آنے سے پہلے استعمال ہوتا تھا، مسلم متکلمین کے پاس بھی دلیل قائم کرنے کے لیے بھی یہی قدیم منطق قابل حصول تھی۔ یہ منطق، تعقل پسند انسان کو مطمئن کرنے کے لیے ناکافی ہے۔ آج کے سائنسی دور میں خالص علمی اعتبار سے بحث و دلیل کا یہ طریقہ بے وزن ہو چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج مدارس دینیہ میں یونانی منطق و فلسفہ کے ماہرین مدرسہ سے باہر علم و استدلال کی جدید دنیا میں بے وزن اور اجنبی سمجھے جاتے ہیں۔ مولانا وحید الدین خان اس حقیقت کو اپنے الفاظ و انداز میں یوں بیان کرتے ہیں:

"قدیم منطق کی بنیاد ذہنی قیاس آرائیوں پر قائم تھی۔ مگر موجودہ دنیا میں منطق کی بنیاد سائنس ہے جو حقیقی حوالوں اور واقعاتی تجزیہ سے کسی بات کو ثابت کرتی ہے۔ مگر مدارس دینیہ میں جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں وہ چونکہ قدیم منطقی اسلوب پر لکھی گئی ہیں اور اساتذہ اپنے درسوں میں اسی اسلوب پر مسائل کی تشریح کرتے ہیں، اس لیے ان اداروں سے جو افراد تربیت پا کر نکلتے ہیں، وہ اپنے طرز فکر اور طریق استدلال کے اعتبار سے موجودہ زمانے کے لیے اجنبی ہوتے ہیں اور منطقی اسلحہ سے لیس ہونے کے باوجود آج کے انسان کو علمی اور منطقی طور پر اپنا دین سمجھانے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔" [18]

جدید علم کلام کی تشکیل ناگزیر ہے

اوپر ہم نے پڑھا کہ یونانی علم و فلسفہ سے خوشہ چین قدیم اسلام علمِ کلام آج کی جدید دنیا میں کارآمد نہیں۔ اس تناظر میں اس بات کا شدید تقاضا پیدا ہوتا ہے کہ اب ہمارے علماء کرام اور مدارس دینیہ کو ایک نئے اور جدید علمِ کلام کی تشکیل کی جانب قدم بڑھا لینے چاہیے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ جدید دور کی سائنسی ایجادات اور ترقیات نے دین و مذہب کے اثبات کے لیے جو وسائل اور دلائل فراہم کیے ہیں ان کو سوچ سمجھ کر اپنا لیا جائے اور ان کی بنیادوں پر ایک جدید اور سائنسی علم کلام کی عمارت تعمیر کی جائے تاکہ اسلام کی دعوت حق کو آج کے جدید اور سائنسی اسلوب میں دنیا کے سامنے پیش کیا جا سکے۔ مولانا وحید الدین اس کام کی اہمیت و ضرورت کو اجاگر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جدید سائنسی دریافتوں نے جو نیا مواد (data) مواد فراہم کیا ہے۔ وہ ہم کو موقع دیتا ہے کہ ہم زیادہ مدلل اور موثر انداز میں دعوت حق کا کام کر سکیں۔ اس اعتبار سے دیکھئے تو سائنس گویا اسلام کا علم کلام (theology) ہے۔ سائنسی دریافتوں نے یہ موقع فراہم کیا ہے کہ حق کی دعوت کو ایسے اسلوب میں پیش کیا جائے، جو جدید انسان کے لیے قول بلیغ (6:34) کے ہم معنی بن جائے۔“ [19]

قرآن میں جگہ جگہ ایسے آیات و اشارات موجود ہیں جو آج کے دور میں جدید سائنسی علوم و فنون سے شواہد و استدلال کے لیے بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مثلاً :

”سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ،“ (حٰم السجدہ:53)

ترجمہ” ہم ان کو اپنی نشانیاں دکھائیں گے، آفاق میں بھی اور خود ان کے اندر بھی، یہاں تک کہ ان یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ قرآن حق ہے۔“

مولانا وحید الدین خان مذکورہ بالا قرآنی آیت کا جدید سائنسی علوم پر انطباق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”قرآن کی اس آیت میں دراصل اس دور کی پیشین گوئی ہے جس کو سائنسی دور کہا جاتا ہے۔ جدید سائنس میں فطرت کے مطالعے کو موضوع بنایا گیا ہے۔ یہ فطرت پوری کی پوری خدا کی تخلیق ہے۔ اس تخلیق کے اندر خالق کی نشانیاں (Signs of God) بے شمار تعداد میں موجود تھیں، مگر وہ مخفی انداز میں تھیں۔ جدید سائنس (modern science) نے ان نشانیوں کو کھولا، یہاں تک کہ وہ نشانیاں انسانی معلومات کے دائرے میں آگئیں۔“ [20]

مسلم علماء اور متکلمین علوم جدیدہ سے اپنی ناواقفیت اور اعراض کی بنیاد پر جدید سائنس کی پیدا کردہ ان شواہد و دلائل کو خدا کے وجود اور دیگر اسلامی عقائد کے اثبات کے طور پر کما حقہ استعمال نہ کر سکیں۔ چنانچہ اسی کمی اور کمزوری کا ذکر کرتے ہوئے مولانا وحید الدین خان لکھتے ہیں:

”فطرت کے ان نشانیوں کے دو پہلو تھے۔ ایک، ان کا ظہور اور دوسرے، تبئین حق کے لیے ان کا استعمال۔ اس معاملے میں پہلا کام سائنسدانوں کو کرنا تھا۔ انھوں نے غیر معمولی کوشش کے ذریعے اس کام کو بھرپور طور پر انجام دیا۔۔۔ اس کے بعد اس سلسلے میں دوسرا کام یہ تھا کہ مسلم علماء اور اہل علم ان معلومات سے واقفیت حاصل کریں اور مطلوب علمی انداز میں یہ بتائیں کہ یہ معلومات کس طرح اسلامی عقائد کے لیے استدلال کی بنیاد فراہم کرتی ہیں۔ مگر عجیب بات ہے کہ قرآن کی پیشگی خبر کے باوجود دور جدید میں اٹھنے والے مسلم علماء اور اہل علم اس جدید امکان سے بے خبر رہے اور نتیجتہً وہ اس کو تبئین حق کے لیے استعمال بھی نہ کر سکے۔“ [21]

جدید علم کلام قرآنی عقلیات کی تدوین ہی کا نام ہے

مولانا وحید الدین خان کے مطابق اپنی اصل حقیقت کے اعتبار سے علم کلام یہ ہے کہ کائناتی علم اور الہامی علم کے وحدت کو سمجھا جائے۔ معلوم کائنات کی مدد سے نامعلوم کائنات کو قابل فہم بنایا جائے۔ اس حیثیت سے دیکھا جائے تو اسلامی علم کلام میں قدیم و جدید کا کوئی مسئلہ موجود ہی نہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

" یہ متکلمین اسلام کی ایک غلطی تھی جس نے علم کلام میں قدیم و جدید کی تقسیم پیدا کی۔ علمِ کلام حقیقتہً قرآنی عقلیات کو مرتب کرنے کا نام تھا۔ مگر عباسی دور کے متکلمین نے اس کو انسان کے وضع کردہ فلسفیانہ عقلیات پر ڈھالنے کے ہم معنی سمجھ لیا۔ یہی وہ غلطی ہے جس نے علمِ کلام میں قدیم و جدید کے تصورات پیدا کیے۔"[22]

مولانا وحید الدین خان قرآنی علم کلام کی حقیقت وماہیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن کا طریق استدلال تمام تر کائناتی ہے۔ وہ محسوس واقعات کے ذریعہ غیر محسوس حقائق پر استدلال کرتا ہے۔ قرآنی علم کلام کی بنیاد زمین و آسمان کے ان قوانین پر ہے جو اٹل ہیں اور جن میں کبھی کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ اس لیے قرآنی علمِ کلام بھی اٹل ہے۔ اس میں تبدیلی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ قرآنی علم کلام بھی، قرآنی اعتقادیات کی طرح، غیر تغیر پذیر ہے۔"[23]

چنانچہ مولانا وحید الدین خان اس بات پر ہمیشہ زور دیتے نظر آتے ہیں کہ قرآنی علوم اور علمِ کلام کو یکجا کر کے جدید علمِ کلام کو مرتب کیا جانا چاہیے جو کہ بدقسمتی سے اب تک نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن مولانا کے بقول اب اس کا امکان پیدا ہوگیا ہے کہ یہ علمِ کلام مرتب کیا جاسکے۔ چنانچہ مولانا وحید الدین خان اس امکان کو اجاگر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بیسویں صدی کے نصف آخر میں، اگر کلی طور پر نہیں، تو ایک خاص حد تک، ہم اس پوزیشن میں ہوگئے ہیں کہ علمِ کلام کو اس کی قطعی اور آفاقی شکل میں مرتب کرسکیں۔ قدیم زمانے میں عالَم افلاک اور علم افلاک دونوں الگ الگ چیزیں تھیں۔ عالم اَفلاک حقائق پر مبنی تھا اور علم اِفلاک قیاسات پر۔ آج یہ دونوں چیزیں ایک ہوتی جارہی ہیں۔ یہی معاملہ قرآن کا ہے۔ قدیم زمانہ میں قرآن اور علمِ کلام دونوں الگ الگ تھے۔ قرآنی آیات محکمات پر مبنی تھا اور علمِ کلام فلاسفہ کے قیاسات پر۔ آج علم انسانی کے ارتقاء نے اس کو ممکن بنادیا ہے کہ قرآن اور علمِ کلام کو ایک کیا جاسکے۔ اگر کوئی چیز ہے کہ جس کو علمِ کلام جدید کہا جائے تو وہ یہی علم کلام ہے جس کو مرتب کیا جانا چاہیے، اگرچہ وہ ابھی تک مرتب نہیں کیا گیا ہے۔"[24]

چنانچہ مولانا کے نزدیک "جدید علمِ کلام دراصل قرآنی علم کلام ہے۔ جدید معقولات اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ قرآنی معقولات کی طرف لوٹتا ہے۔"[25]

قدیم وجدید علم کلام کا بنیادی فرق

جدید علم کلام سے مراد جدید ذہن کی رعایت سے دین کے اصول وضوابط کو منظم و مدلل کرنا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب جدید طرز استدلال میں اسلامی تعلیمات کو بیان کرنا ہے۔ مولانا وحید الدین خان کے مطابق جدید ذہن دراصل سائنسی ذہن کا دوسرا نام ہے۔ سائنسی ذہن حقائق کو اہمیت دینے والا ذہن ہوتا ہے۔ جدید سائنسی انقلاب نے عصر حاضر میں انسانی فکر میں جو بنیادی تبدیلی کی ہے وہ یہ ہے کہ جو بات کہی جائے وہ محض مفروضات و قیاسات کی بنیاد پر نہ ہو بلکہ ٹھوس تجربہ و مشاہدہ کی بنیاد پر ہو۔ یہی سائنسی اسلوب اس وقت جدید دنیا کا اغلب اسلوب ہے۔ چنانچہ مولانا وحید الدین قدیم وجدید علم کلام کے اس بنیادی فرق کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سائنسی انقلاب سے پہلے انسانی فکر کی بنیاد فلسفیانہ قیاسات پر قائم تھی، سائنسی انقلاب کے بعد انسانی فکر کی بنیاد معلوم حقائق وواقعات پر رکھی گئی ہے۔ اس سے قدیم علم کلام اور جدید علم کلام کا فرق سمجھا جاسکتا ہے۔ قدیم علم کلام کی بنیاد

فلسفیانہ طرز استدلال پر تھی، جدید علم کلام کی بنیاد فطری طرز استدلال پر ہے۔پہلے قیاسی منطق کے ذریعہ بات کو ثابت کیا جاتا تھا۔ اب وہ زمانہ ہے کہ بات کو حقیقی شواہد کے ذریعہ ثابت کیا جائے۔" [26]

جدید یا قرآنی علم کلام کی تدوین کے بنیادی پہلو

مولانا وحید الدین خان نے اپنی تحریروں میں جابجا جدید یا قرآنی علم کلام کی ضرورت واہمیت اور تدوین پر نہ صرف یہ کہ زور دیا ہے بلکہ اس جدید علم کلام کو مرتب و مدون کرنے کے سلسلے میں چند بنیادی پہلوؤں کی جانب توجہ دلانے کی بھی کوشش کی ہے۔ ذیل میں ان پہلوؤں کی نشاندہی کی کوشش کی گئی ہے۔

1۔ سب سے پہلے مولانا وحید الدین خان قرآن کی بنیاد پر ایک نظریہ علم یعنی طریق استدلال کو مرتب کرنے پر زور دیتا ہے۔ ان کے نزدیک قرآنی کلامیات کا سب سے پہلا بنیاد اصول یہی ہے کہ انسان اپنی علمی نارسائی اور محدودیت کو جان لیں۔ انسان کو علم قلیل دیا گیا ہے جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے:

"وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا" (بنی اسرائیل:85)

ترجمہ: "لوگ تم سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ جواب دے دیجئے کہ روح خدا کے حکم سے ہے اور تم کو صرف تھوڑا علم دیا گیا ہے۔"

علم قلیل کی اس قرآنی حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا وحید الدین خان لکھتے ہیں:

"ہم ایک محدود دنیا میں رہتے ہیں۔ ہمارا ذہن زمان و مکان کی حدبندیوں میں رہ کر سوچتا ہے۔ ایسی حالت میں ہم اس دنیا کی حقیقتوں کو پوری طرح اپنی گرفت میں نہیں لاسکتے جو لامحدود ہے اور زمان و مکان کی حدبندیوں سے آزاد ہے۔ ایسی دنیا کے بارے میں ہم صرف اجمالی علم ہی حاصل کرسکتے ہیں اور اس معاملہ میں ہمیں صرف اجمالی علم پر قناعت کرنا چاہیے۔ اس سے زیادہ کی خواہش کرنا صرف اپنے کو بے راہی کے خطرہ میں ڈالنا ہے۔" [27]

2۔ قدیم علم کلام میں استدلال کی بنیاد قیاسی مفروضات و مسلمات ہوتے تھے۔ سائنس کی بدولت تحقیق و تجربہ کے جدید طریقوں کے ظہور میں آنے کے بعد مشاہداتی و تجرباتی استدلال پر زور دیا جانے لگا۔ آئن سٹائن کے بعد جب کوانٹم میکنکس کی بدولت سائنس کا سفر علم کبیر سے عالم صغیر (ایٹم) کی طرف شروع ہوا تو معلوم ہوا کہ حقیقت اپنی اصل شکل وصورت میں انسان کے لیے ناقابل مشاہدہ ہے۔ انسان اپنی محدودیتوں کی وجہ سے اشیاء کا صرف جزئی علم عاصل کرسکتا ہے۔ وہ کلی علم تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس وجہ سے جدید سائنس میں استنباطی علم واستدلال کو فروغ و قبولیت حاصل ہوا۔ اس کے مطابق انسان اگرچہ بہت سے حقائق کو دیکھ نہیں سکتا مگر ظاہراًاشیاء پر غور کرکے حقائق کو مستنبط کرسکتا ہے کہ یہاں فلاں فلاں چیزیا حقیقت پائی جاتی ہے۔ اس طریق استدلال کی اہمیت واضح کرتے ہوئے مولانا وحید الدین خان لکھتے ہیں:

"اب موجودہ زمانہ میں ایک نیا نظریہ علم وجود میں آیا ہے جو حیرت انگیز طور پر قرآنی نظریہ علم کے عین مطابق ہے۔ قرآن میں کہا گیا تھا کہ انسان کو علم قلیل (بنی اسرائیل۔85) دیا گیا ہے۔ اس لیے اس کو بالواسطہ علم پر قناعت کرنا چاہئیے نہ کہ وہ براہ راست علم کے لیے اصرار کرنے لگے اس طرح وحی اور علم انسانی دونوں ایک نقطہ پر پہنچ گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جدید نظریہ علم نے قرآنی طرز استدلال کو، جدید اصطلاح میں، عین سائنٹفک استدلال کا درجہ دے دیا ہے۔ موجودہ زمانے میں علم کلام کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ وہ اس اہم ترین دریافت کو مدون کرے۔" [28]

استنباطی طریق استدلال کی اسلامی علم کلام میں ہمیشہ سے ایک اہم اور بنیادی حیثیت رہی ہے۔ جدید سائنسی استدلال میں پہلے اس کو معقول طریق استدلال نہیں سمجھا جاتا تھا، مگر اب ایسا نہیں ہے۔ جدید علمی تناظر میں استنباطی طریق استدلال کی اہمیت اور معقولیت کو واضح کرتے ہوئے مولانا وحید الدین خان لکھتے ہیں:

علم میں اس تبدیلی نے موجودہ زمانے میں الٰہیاتی استدلال کو عین سائنٹفک استدلال بنا دیا ہے۔ مثلاً خدا کے وجود پر علمائے الٰہیات کا سب سے بڑا استدلال وہ ہے جس کو فلاسفہ نظم سے استدلال (argument from design) کہتے ہیں۔ یہ استدلال انیسویں صدی کے پرجوش علماء نے نہیں مانا، انھوں نے کہا کہ یہ استنباطی استدلال ہے اور استنباطی استدلال علمی طور پر معقول نہیں۔ مگر موجود زمانہ میں اس اعتراض کی بنیاد ختم ہو چکی ہے۔ آج کا انسان مجبور ہے کہ وہ نظم کائنات سے ناظم کائنات پر استدلال کو اتنا ہی علمی اور معقول مانے جتنا کہ وہ مشین کے پہیہ کی حرکت سے (flow of electron) کے نظریہ کو معقول نظر آتا ہے۔"[29]

3۔ مولانا وحید الدین خان کے نزدیک جدید علم کلام یا قرآنی کلامیات کا ایک اور بنیادی اصول حقائق فطرت سے استدلال ہے۔ جدید علم کلام کے تناظر میں ایک اور اہم کام آیات آفاق و انفس کو جدید علمی و سائنسی دریافتوں کی مدد سے مدون و مرتب کرنا ہے۔ کائنات خدا کی تخلیق ہے اور خدا نے اپنی خالقیت کی نشانیاں کائنات میں ہر طرف بکھیر دیئے ہیں جنھیں ڈھونڈنا اور اس کو تبئین حق کے لیے بطور استدلال استعمال کرنا باقی ہے۔ چنانچہ مولانا اس ضمن میں لکھتے ہیں:

"تیسرا کام آیات افاق (حم سجدہ۔53) کو جدید دریافتوں کی مدد سے ترتیب دینا ہے۔ قرآن کے مطابق کائنات میں بے شمار نشانیاں ہیں جو اپنے خالق کی طرف اشارہ کرتی ہیں اور اس حکمت کو بتاتی ہیں جس کے تحت یہ کارخانہ بنایا گیا ہے۔ قرآن میں بار بار ان نشانیوں کے حوالے دیئے گئے ہیں اور ان سے قرآن کی دعوت کو مدلل کیا گیا ہے۔ تاہم یہ حوالے اشارتی زبان میں ہیں۔ قدیم زمانہ میں ایسی معلومات نہ تھیں جن سے ان اشارات کو تفصیلی انداز میں سمجھا جا سکے۔ اب سائنس کے ارتقاء نے یہ مواد، بڑی حد تک جمع کر دیا ہے۔ شاید یہ کہنا مبالغہ نہ ہو کہ سائنس موجودہ زمانہ میں اسلام کی تھیالوجی بن چکی ہے۔ تاہم اس کو مدون کرنے کا کام ابھی باقی ہے۔ ضرورت ہے کہ خدا کی یہ نشانیاں، جو طبیعی دنیا میں چھپی ہوئی ہیں، جدید دریافتوں کی مدد سے ان کو مفصل شکل میں مرتب کیا جائے"[30]

اسی طرح آیات انفس کے تحت جدید علم النفسیات کی دریافتوں کو نفسیاتی استدلال کے طور پر حق کی تائید و تصدیق کے لیے استعمال کیا جانا چاہیے۔ جدید اسلامی علم کلام کی اس پہلو سے ضرورت و اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے مولانا وحید الدین خان لکھتے ہیں:

"قرآن کے استدلالی حصہ کا ایک پہلو وہ ہے جس کو آیات انفس (حٰم سجدہ۔53) کہا گیا ہے۔ یعنی نفسیات انسانی کے اندر خدا کی نشانیاں۔ یہ جز بھی قدیم زمانہ میں بڑی حد تک مخفی تھا۔۔۔ تاہم علم النفس کی تحقیقات نے موجودہ زمانہ میں بہت سی ایسی معلومات فراہم کر دی ہیں جن کی روشنی میں قرآن کے اشارات کو، اگر پوری طرح نہیں تو بڑی حد تک، مفصل کیا جا سکتا ہے۔ یہ کام اگر علمی سطح پر ہو جائے تو وہ قرآنی نظریات کے حق میں ایک عظیم نفسیاتی تصدیق ثابت ہو گا۔"[31]

4۔ قرآنی کلامیات کے سلسلے میں ایک اور بنیادی کام قرآنی علم الآثار کو عصری تحقیقات کی روشنی میں مدون کرنا ہے۔ گذشتہ نبیوں اور گزری تہذیبوں کا تذکرہ قرآن میں موجود ہیں۔ انسانی تاریخ کے یہ اہم واقعات قرآنی نقطہ نظر سے بہت اہم ہے۔ ان واقعات سے یہ

ثابت ہوتا ہے کہ اس کائنات میں ایک منتظم وفعال خدا کا وجود ہے جو ہر زمانے میں اپنا انسانوں کے پاس اپنا نمائندہ بھیجتا ہے اور ان کے ذریعے اپنے اٹل قوانین کا نفاذ اور قوموں کی قسمت کا فیصلہ کرتا ہے۔اس نقطہ کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا وحید الدین خان لکھتے ہیں:

”ان واقعات کے بارے میں قرآن سے باہر جو ریکارڈ ہے، وہ قدیم زمانے میں بڑی حد تک لا معلوم تھا۔اس لیے قدیم زمانہ میں قرآن کے ان اجزاء کی تدوین خالص تاریخی انداز میں ممکن نہ تھی۔اب ان واقعات سے متعلق بے شمار دبے ہوئے ریکارڈ دریافت ہوگئے ہیں۔اس طرح اب یہ ممکن ہوگیا ہے کہ ایام اللہ کے بارے میں قرآنی حوالوں کو منضبط کیا جائے۔قرآن کی دعوت کو تاریخ کی زبان میں مدون کردیا جائے۔“ [32]

مثلاً بائبل کہتا ہے کہ حضرت موسیٰ کے زمانہ کے فرعون کا دریا میں ڈوب کر خاتمہ ہوگیا۔وہ اس کی لاش کی موجودگی کا کوئی اشارہ نہیں کرتی جبکہ قرآن کہتا ہے کہ اس کی لاش بطور عبرت بعد کے نسلوں کے لیے محفوظ کردی گئی:

”فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ“ (یونس:92)

ترجمہ:”سو آج ہم صرف تیری لاش کو نجات دیں گے تاکہ تو ان کے لئے نشان عبرت ہو جو تیرے بعد ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے آدمی ہماری نشانیوں سے غافل ہیں ۔“

نزول قرآن کے وقت اور اب ایک ہزار سال سے زیادہ مدت تک انسان کو فرعون کے لاش کے متعلق کچھ بھی معلوم نہ تھا۔مگر موجودہ زمانے میں اس کی لاش محفوظ حالت میں دریافت ہوگئ اور اسلام اور قرآن کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کرگئی ہے۔ڈاکٹر موریس بقائلے اس تناظر میں قرآن کی حقانیت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جو لوگ صحف مقدس کی صداقت کے لیے جدید معلومات میں ثبوت تلاش کرتے ہیں، وہ مصری عجائب گھر، قاہرہ کے شاہی ممی خانہ کا معائنہ کرکے فرعون کے جسم سے متعلق آیات قرآنی کی ایک شاندار مثال کا مشاہدہ کرسکتے ہیں۔“ [33]

ان جیسی اور بہت سی جدید سائنسی و تاریخی حقائق اور معلومات کے حوالے سے قرآنی حوالوں کو تاریخ کی زبان میں اگر منضبط کیا جائے تو دنیا تک اسلام اور قرآن کی سچائی اور حقیقت کا پیغام بآسانی پہنچایا جاسکتا ہے۔

5۔جدید علم کلام کے تناظر میں مولانا اس بات کا بھی پرزور داعی رہا ہے کہ اسلام کی دعوت اور پیغام سے دنیا کو روشناس کرانے کے لیے سائنٹفک اسلوب میں اسلام پر تعارفی لٹریچر تیار کیا جانا چاہیئے جن کی روشنی میں آج کا نسان اسلام کے علمی و آفاقی پیغام سے روشناس ہوسکے۔ان کے نزدیک سائنٹفک اسلوب سے مراد معروف کلامی مباحث نہیں بلکہ مثبت اور ایسا سادہ و دلنشین اسلوب کلام ہے جس میں زبان وبیان دونوں اعتبار سے حقیقت نگاری کا خیال رکھا گیا ہو۔مولانا کے مطابق آج کا انسان ایسی کتابوں کے ذریعے اسلام سمجھنا چاہتا ہے جو معروف سائنسی اسلوب کے مطابق تحریر کی گئی ہوں۔یہ کام علمِ کلام کا سب سے اہم جزء ہونا چاہیئے۔چنانچہ اس حوالے سے مولانا لکھتے ہیں:

”آخر میں ایک ایسے علمی کام کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو رواجاً علم کلام میں شمار نہیں کیا جاتا۔حالاں کہ مقاصد کے اعتبار سے اس کو علم کلام کا سب سے اہم جزء ہونا چاہیئے۔یہ ہے سائنٹفک انداز میں اسلام پر تعارفی لٹریچر تیار کرنا۔“ [34]

مولانا کے مطابق سادہ اسلوب میں معنی اور قاری کے درمیاں کوئی تیسری چیز رکاوٹ نہیں بنتی جبکہ غیر سادہ اسلوب میں الفاظ دونوں کے درمیاں غیر ضروری طور پر حائل ہوجاتے ہیں۔موجودہ زمانہ میں اگرچہ اسلام کے حوالہ سے بے شمار کتابیں لکھی گئی ہے

لیکن اب تک کسی بھی زبان میں کتابوں کا ایسا کوئی تعارفی سیٹ تیار نہیں ہوا ہے جس میں اسلامی تعلیمات اور پیغمبر اسلام کی سیرت کو سادہ، مثبت اور حقیقت پسندانہ انداز میں مرتب کیا گیا ہو حالانکہ آج کی دنیا میں سب سے زیادہ اس قسم کی کتابوں کی ضرورت ہے۔ اس حوالے سے اپنی مدعا کو بیان کرتے ہوئے مولانا وحید الدین خان لکھتے ہیں:

"میں یہ کہنے کی جرءت کروں گا کہ اگر ہم کچھ اور نہ کریں، صرف اتنا کریں کہ تعلیمات قرآن، سیرت، حدیث، حالات صحابہ اور تاریخ اسلام (نہ کہ تاریخی فتوحات) پر خالص علمی اسلوب اور حقیقت نگاری کی زبان میں کتابوں کا ایک سیٹ تیار کر دیں اور اس کو تمام زبانوں میں چھاپ دیں تو ہم علم کلام کے مقصد کو، کم از کم آج کی دنیا میں، زیادہ بہتر طور پر حاصل کر سکیں گے۔" [35]

مولانا کے مطابق سائنسی اسلوب دراصل قرآنی اسلوب ہی کی ایک جدید شکل ہے کیونکہ قرآن تاریخ کی پہلی معلوم کتاب ہے جس نے مصنوعی اسلوب کو چھوڑ کر فطری اسلوب میں بات کہنے کی بنیاد ڈالی۔ قرآنی اسلوب کو اختیار کرکے ہم سادہ طور پر صرف قرآنی اسلوب کی طرف لوٹیں گے نہ کہ کوئی نئی چیز اختیار کریں گے۔[36]

حاصل کلام

آج کا جدید الحاد ایک علمی و سائنسی الحاد ہے۔ دنیا میں الحادی افکار و نظریات کے پھیلاؤ کی ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ ملحدین کی جانب سے آج کے جدید علمی دریافتوں اور سائنسی معلومات کو من پسند دوسری معنی پہنا کر انھیں الحاد و لادینیت کے ترویج و اشاعت کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ حالانکہ الحاد کے مقابلے میں ان علمی دریافتوں اور سائنسی معلومات کو بدرجہ بہتر اور موثر انداز میں خدا کے وجود کی اثبات اور مذہبِ حق و صداقت کے تبلیغ و اشاعت کے لیے استعمال کی جا سکتی ہیں۔ یہ کام اسی وقت ہو سکتا ہے جب آپ جدید علم و فلسفہ سے واقف ہوں اور ان کی بنیادوں پر ایک جدید علمی و سائنسی علم کلام تشکیل کر سکتے ہوں۔ مولانا وحید الدین خان نے ہمیشہ اسی پہلو سے دین اسلام کی محافظت اور حق و صداقت کی تبلیغ و اشاعت کی ہے۔ ذیل میں مولانا وحید الدین کے الفاظ پر اس مقالہ کا اختتام کیا جاتا ہے:

"دین کی مجرد تعبیر و تشریح جو مومن و مسلم طبیعتوں کو سامنے رکھ کر کی جائے اس کا انداز دوسرا ہوتا ہے۔ لیکن جب سامنے ایسے لوگ ہوں جو ایمان و اسلام کو محض اس قسم کا فریب سمجھتے ہوں اور جب دین و مذہب کے خلاف اٹھائے ہوئے سوالات کا مقابلہ کرنا ہو تو قدرتی طور پر بات کا انداز بدل جاتا ہے۔ ایسی صورت میں ضروری ہو جاتا ہے کہ معاند کے ذہن کو پیش نظر رکھ کر بات کہی جائے اور اس کی اپنی زبان اور اصطلاحات میں کلام کیا جائے جبکہ مومن و مسلم کا معاملہ ہو تو گفتگو اپنی فطری شکل میں باقی رہتی ہے۔ اس بات کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ موجود دور میں فکر و استدلال کا انداز بالکل بدل گیا ہے۔ اس لیے موجودہ دور کا علمِ کلام بھی پہلے کے مقابلے میں بہت کچھ مختلف ہو گا" [37]

حوالہ جات

1. وحید الدین خان، مولانا، عقلیات اسلام، (2022) الحاد کا چیلنج (3)، انڈیا نئی دہلی، گوڈورڈ بکس، ص 05

wahiduddin Khan, Maulana, Aqliyat-e-Islam, (, 2022,)Challenge of Atheism (3), India New Delhi: Goodword Booksp. 05

2. وحید الدین خان، مولانا، علماء اور دور جدید، (2018ء) انڈیا نئی دہلی: گوڈورڈ بکس، ص 40

wahiduddin Khan, Maulana, Ulama and Modernity,(2018) India New Delhi: Goodword Books, p. 40

3. وحید الدین خان، مولانا۔۔ فکر اسلامی، افکار اسلامی کی تشریح و توضیح۔(2008) انڈیا نئی دہلی: گوڈورڈ بکس۔ ص 192

wahiduddin Khan, Maulana. Fikr-e-Islami, Afkar-e-Islami Ki Tashreeh o Tawzeeh. (2008). India New Delhi: Goodword Books. p. 192

4. وحید الدین خان، مولانا، الاسلام، (2013ء) انڈیا نئی دہلی: گوڈورڈ بکس، ص 115

wahiduddin Khan, Maulana, Islam,(, 2013) India New Delhi: Goodword Books, p. 115

5. وحید الدین خان، مولانا، الاسلام، (2013ء) انڈیا نئی دہلی: گوڈورڈ بکس، ص 118-117

wahiduddin Khan, Maulana, Islam(2013) India New Delhi: Goodword Books, , p. 117,118

6. محمد تقی امینی، مولانا، احکام شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت، (س۔ن) کراچی، قدیمی کتب خانہ، ص 269

Mohammad Taqi Amini, Maulana, Ahkam Sharaih Mein Halat o Zamana Ki Raiyat, Karachi: Qadeemi Kutub Khana, p. 269

7. وحید الدین خان، مولانا، تجدید دین، (2019ء) انڈیا نئی دہلی، گوڈورڈ بکس، ص 54

wahiduddin Khan, Maulana, Tajdeed-e-Deen,(2019) India New Delhi: Goodword Books, , p. 54

8. رحمانی، خالد سیف اللہ، آسان علم الکلام، یوپی دیوبند انڈیا، کتب خانہ نعیمیہ، 2020ء، ص 23

Rahmani, Khaled Saifullah, Asaan Ilm al-Kalam, UP Deoband India: Kutub Khana Naeemia, 2020, p. 23

9. شبلی نعمانی، مولانا، علم الکلام اور الکلام،(س۔ن)پاکستان کراچی، نفیس اکیڈمی، ص34

Shibli Naumani, Maulana, Ilm al-Kalam aur al-Kalam, Pakistan Karachi: Nafis Academy, p. 34

10. شبلی نعمانی، مولانا، علم الکلام اور الکلام،(س۔ن)پاکستان کراچی، نفیس اکیڈمی، آسان علم کلام، ص24

Shibli Naumani, Maulana, Ilm al-Kalam aur al-Kalam, Pakistan Karachi: Nafis Academy, p. 24

11. شبلی نعمانی، مولانا، علم الکلام اور الکلام،(س۔ن)پاکستان کراچی، نفیس اکیڈمی، ص23

Shibli Naumani, Maulana, Ilm al-Kalam aur al-Kalam, Pakistan Karachi: Nafis Academy, p. 23

12. شبلی نعمانی، مولانا، علم الکلام اور الکلام،(س۔ن)پاکستان کراچی، نفیس اکیڈمی، علم الکلام اور الکلام، ص 122

Shibli Naumani, Maulana, Ilm al-Kalam aur al-Kalam, Pakistan Karachi: Nafis Academy, p. 122

13. وحید الدین خان، مولانا، تجدید دین، (2019،)انڈیا نئی دہلی، گوڈورڈ بکس، ص54

wahiduddin Khan, Maulana, Tajdeed-e-Deen,(2019) India New Delhi: Goodword Books, , p. 54

14 Fazal Haq, M. . (2020). شیخ ابن تیمیہ کے اصولی تفردات کا تجزیاتی مطالعہ : An Analytical Study of the Ibn-e-Teymiyah's Usooli Distinctions . Al-Amīr, 1(02), 77–92. Retrieved from https://alamir.com.pk/index.php/ojs/article/view/18

15 شبلی نعمانی، مولانا، علم الکلام اور الکلام،(س۔ن)پاکستان کراچی، نفیس اکیڈمی، ص162

Shibli Naumani, Maulana, Ilm al-Kalam aur al-Kalam, Pakistan Karachi: Nafis Academy, p. 162

16 شبلی نعمانی، مولانا، علم الکلام اور الکلام،(س۔ن)پاکستان کراچی، نفیس اکیڈمی، ص55

Shibli Naumani, Maulana, Ilm al-Kalam aur al-Kalam, Pakistan Karachi: Nafis Academy., p. 55

17 شبلی نعمانی، مولانا، علم الکلام اور الکلام،(س۔ن) پاکستان کراچی، نفیس اکیڈمی، ص54

Shibli Naumani, Maulana, Ilm al-Kalam aur al-Kalam, Pakistan Karachi: Nafis Academy, p. 54

18 شبلی نعمانی، مولانا، علم الکلام اور الکلام،(س۔ن) پاکستان کراچی، نفیس اکیڈمی، ص55

Shibli Naumani, Maulana, Ilm al-Kalam aur al-Kalam, Pakistan Karachi: Nafis Academy., p. 55

19 شبلی نعمانی، مولانا، علم الکلام اور الکلام،(س۔ن) پاکستان کراچی، نفیس اکیڈمی، س ن، ص57

Shibli Naumani, Maulana, Ilm al-Kalam aur al-Kalam, Pakistan Karachi: Nafis Academy, p. 57

20 وحید الدین خان، مولانا، اظہار دین، (2014) انڈیا نئی دہلی، گوڈورڈ بکس، ص106

wahiduddin Khan, Maulana, Izhar-e-Deen,(2014,) India New Delhi: Goodword Books, p. 106

21 وحید الدین خان، مولانا، اظہار دین، (2014) انڈیا نئی دہلی، گوڈورڈ بکس، ص107

wahiduddin Khan, Maulana, Izhar-e-Deen,(2014,) India New Delhi: Goodword Books, p. 107

22 وحید الدین خان، مولانا، اظہار دین،(2014) انڈیا نئی دہلی، گوڈورڈ بکس، ص107

wahiduddin Khan, Maulana, Izhar-e-Deen, (2014)India New Delhi: Goodword Books, p. 107

23 وحید الدین خان، مولانا، اظہار دین، (2014) انڈیا نئی دہلی، گوڈورڈ بکس، ص58

wahiduddin Khan, Maulana, Izhar-e-Deen,(2014) India New Delhi: Goodword Books, p. 58

24 وحید الدین خان، مولانا، اظہار دین،(2014) انڈیا نئی دہلی، گوڈورڈ بکس، ص58

wahiduddin Khan, Maulana, Izhar-e-Deen,(2014) India New Delhi: Goodword Books, p. 58

25 وحید الدین خان، مولانا، عقلیات اسلام (جون 1979) ماہنامہ الرسالہ، شمارہ نمبر 19،، انڈیا دہلی، مکتبہ الرسالہ، ص 31

wahiduddin Khan, Maulana, Aqliyat-e-Islam,(June 1979) Monthly Al-Risalah, Issue No. 19 , India Delhi: Maktaba Al-Risalah, p. 31

26 وحید الدین خان، مولانا، احیاء اسلام، (2014،) انڈیا نئی دہلی: گوڈورڈ بکس، ص 73

wahiduddin Khan, Maulana, Ihya-e-Islam,(2014) India New Delhi: Goodword Books, p. 73

27 وحید الدین خان، مولانا، احیاء اسلام، (2014،) انڈیا نئی دہلی: گوڈورڈ بکس، ص 73

wahiduddin Khan, Maulana, Ihya-e-Islam(2014), India New Delhi: Goodword Books, p. 73

28 وحید الدین خان، مولانا، احیاء اسلام، (2014) انڈیا نئی دہلی: گوڈورڈ بکس، ص 75

wahiduddin Khan, Maulana, Ihya-e-Islam,(2014) India New Delhi: Goodword Books, p. 75

29 وحید الدین خان، مولانا، تجدید دین، (2019) انڈیا نئی دہلی، گوڈورڈ بکس، ص 54

wahiduddin Khan, Maulana, Tajdeed-e-Deen,(2019) India New Delhi: Goodword Books, , p. 54

30 وحید الدین خان، مولانا، عقلیات اسلام، ماہنامہ الرسالہ، (،جون 1979،) شمارہ نمبر 19 انڈیا دہلی، مکتبہ الرسالہ، ص 85

wahiduddin Khan, Maulana, Aqliyat-e-Islam, Monthly Al-Risalah,(, June 1979,) Issue No. 19India Delhi: Maktaba Al-Risalah, p. 85

31 وحید الدین خان، مولانا، تجدید دین، (2019) انڈیا نئی دہلی، گوڈورڈ بکس، ص 60

wahiduddin Khan, Maulana, Tajdeed-e-Deen,(2019) India New Delhi: Goodword Books, , p. 60

32 وحید الدین خان، مولانا، تجدید دین، (2019) انڈیا نئی دہلی، گوڈورڈ بکس، ص، 60،61

wahiduddin Khan, Maulana, Tajdeed-e-Deen, ,(2019) India New Delhi: Goodword Books,, p. 60.61

33 وحید الدین خان، مولانا، تجدید دین،(2019) انڈیا نئی دہلی، گوڈورڈ بکس، ص، 60،61

wahiduddin Khan, Maulana, Tajdeed-e-Deen, ,(2019) India New Delhi: Goodword Books, p. 60.61

34 موریس بقائلے، ڈاکٹر، بائبل، قرآن اور سائنس،(2000،)(مترجم: ثناء الحق صدیقی)، لاہور، علم و عرفان پبلشرز، ص367

Maurice Bucaille, Dr., Bible, Quran aur Science,(2000,) (Translated by: Sanaullah Sadiqi), Lahore: Ilm o Erfan Publishers, p. 367

35 وحید الدین خان، مولانا، تجدید دین،(2019) انڈیا نئی دہلی، گوڈورڈ بکس، ص،60

wahiduddin Khan, Maulana, Tajdeed-e-Deen, (2019)India New Delhi: Goodword Books, , p. 60

36 وحید الدین خان، مولانا، تجدید دین، (2019)انڈیا نئی دہلی، گوڈورڈ بکس، ص،62

wahiduddin Khan, Maulana, Tajdeed-e-Deen, (2019)India New Delhi: Goodword Books, p. 62

37 وحید الدین خان، مولانا، احیاء اسلام،(2014،)انڈیا نئی دہلی: گوڈورڈ بکس، ص،82

wahiduddin Khan, Maulana, Ihya-e-Islam,(2014) India New Delhi: Goodword Books, , p. 82

38 وحید الدین خان، مولانا، مذہب اور جدید چیلنج،(2021،)الحاد کا چیلنج (1)، انڈیا نئی دہلی، گوڈورڈ بکس، ص11

wahiduddin Khan, Maulana, Mazhab aur Jadeed Challenge,(2021) Challenge of Atheism (1), India New Delhi: Goodword Books, , p. 11